عبیداللہ

ریسرچ اسکالر، پی۔ایچ۔ڈی، شعبہ اردو، جامعہ اردو، کراچی

ڈاکٹر سمیرا بشیر

انچارج شعبہ اردو، جامعہ اردو، کراچی

انتظار حسین کے افسانوں میں اسلامی عناصر

Obaid Ullah

Research Scholar, Ph.D Department of Urdu, Urdu University, Karachi.

Dr. Sumaira Bashir

In-Charge Department f Urdu, Urdu University, Karachi.

Islamic Elements in Short Stories of Intizar Hussain

This article aims the exploring contents of Islamic thought in short stories of famous short story writer Intizar Hussain. Literature writer are the sensitive people of the society. They feel with heart and then describe in his short stories. We live in Islamic society so we follows Islamic rules. Due to humenbeing nature there are many conflict in our life. Intizar Hussain stories reflect on these conflicts. Islamic elements influence in our daily life and special events of the Islamic culture. Intizar Hussain sketch of our this Islamic life in his short stories with thought full meanings. Some time Intizar Hussain take examples from old age in allogery style as a symbolic. These symbolic examples also describe in our Islamic education for the learning of lesson like Quran and had.

Keywords: *Intizar Hussain, Short story, Islamic elements, Islamic culture, symbolic.*

اردو افسانہ نگاروں میں اسلامی عناصر کو جن افسانہ نگاروں نے موضوع بنایا ان میں انتظار حسین کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

انتظار حسین کے افسانے اپنے اسلوب اور موضوعات کی وجہ سے ایک منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ علامت نگاری، ماضی پرستی، تاریخ و تہذیب ان کے افسانوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

انہیں ماضی سے خاص دلچسپی ہے انہوں نے اپنے افسانوں میں جہاں معاشرتی زوال کا ذکر کیا ہے وہاں انہوں نے ہر دور کے انسان کے زوال کا ذکر کیا ہے وہ انسان کے زوال کا سبب اس کی مذہب سے دوری بتاتے ہیں۔ اسے ثابت کرنے کے لئے وہ اسلامی تاریخ کے واقعات، بزرگوں کی نصیحت، اسلامی صحیفوں کے دلائل پیش کرتے ہیں اور یوں ان کے افسانے فرضی قصے کہانیوں کے بجائے حقائق لگتے ہیں۔

انہوں نے جن جن افسانوں میں اخلاقی زوال کا ذکر کیا ہے اسے اسلامی تاریخ اور قرآن کے علاوہ دوسرے مذاہب کے عقائد کو سامنے رکھ کر اخلاقی زوال کی مذمت کی ہے۔

> "۔۔۔انتظار حسین کی افسانہ نگاری کا عرصہ بے حد طویل ہے، ان کے مختلف ادوار میں مختلف موضوعات بھی سامنے آتے رہے ہیں۔ ان کے موضوعات میں ہجرت، مایوسی اور خوف کی نفسیات، مذہبی اخلاقی اقدار کی شکست و ریخت اور ماضی کی بازیافت شامل ہیں۔۔۔"(۱)

انتظار حسین نے جب افسانہ نگاری شروع کی اور پہلا مجموعہ "گلی کوچے" منظر عام پر آیا تو ناقدین ادب نے ان پر ناسٹجلیا کی چھاپ لگائی۔ اگر حقیقت کو پرکھا جائے تو نظر آئے گا کہ یہ فطرتاً تھا کیونکہ وہ جس ماحول اور المیے سے گزر کر آئے تھے، ناسٹجلیا ان کے شعور اور لاشعور کا حصہ بن گیا تھا۔ ہجرت کے المیہ کو زیادہ دیر نہیں گزری تھی۔ جب ایک افسانہ نگار اتنے تلخ تجربے سے گزرا ہو تو کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنی کہانیوں میں اس کا ذکر نہ کرے۔ وقت کے ساتھ ان کی تخلیقی صلاحیت میں پختگی آئی اور بعد میں لکھے گئے افسانوں میں موضوعات کا تنوع اور تکنیک مزید بہتر ہوئی۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ ڈاکٹر سجاد باقر رضوی نے ان کے فن پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا،

> "۔۔۔انتظار حسین کے دو بنیادی موضوعات ہیں انسان کا اخلاقی و روحانی زوال اور اپنی تہذیبی شخصیت کی تلاش۔۔۔" (۲)

انسان کا اخلاقی زوال ہو یا روحانی دونوں کا تعلق مذہب سے ہے۔ جب مذہب سے رغبت کم ہوتی ہے تو اخلاقی زوال شروع ہو جاتا ہے۔ خدا کی نافرمانی اور عبادات میں کمی کی صورت میں روحانی زوال شروع ہو جاتا ہے۔ انتظار حسین بحیثیت مسلم افسانہ نگار اپنے مذہب کی تعلیمات سے مکمل آشنا ہیں اور مسلم معاشرے کے انحطاط ہوتے ہوئے عہد کو بھی گہری نظر سے مشاہدہ کرنے کے بعد اپنے افسانوں میں ان موضوعات کو جگہ دی۔ دین اسلام کی تعلیمات سے واقفیت کے علاوہ انتظار حسین دوسرے مذاہب اور ان کی تعلیمات اور رسومات سے بھی کماحقہ واقف

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ہیں۔ جو ان کے وسعت مطالعہ کا مظہر ہے۔ انتظار حسین کے پہلے مجموعے "گلی کوچے" کے افسانے "خرید و حلوا بیسن کا" میں ایک حلوا فروخت کرنے والے مسلمان کردار کا نفسیاتی تجزیہ ہے کہ کس طرح ایک حلوہ فروخت کرنے والا اسلام کو اپنے مقصد کے حصول کے لئے استعمال کرتا ہے۔ مسلمانوں کی سرشت میں یہ چیز داخل ہے کہ جب بھی کوئی دنیاوی معاملہ درپیش ہو اسلام کے تناظر میں ضرور پرکھا جاتا ہے۔ یہی بات اغیار کو (غیر مسلموں) کو پسند نہیں۔ آزادی سے قبل ایک حلوہ فروش اپنا حلوہ فروخت کرنے کے لئے صدا کچھ اس طرح دے رہا ہے۔

"پڑھو کلمہ محمد ﷺ کا خرید و حلوا بیسن کا
مسلمانوں نہ گھبراؤ شفاعت بر ملا ہو گی
پڑھو کلمہ محمد ﷺ کا خرید و حلوا بیسن کا
طبیبوں نے کیا ہے پاس ہمارا حلوہ بیسن کا

اس کے ان ادھ کٹے شعروں کا رد عمل یوں تو بڑا متنوع قسم کا ہوتا تھا۔ لیکن اس کا مجموعی تاثر ایک اور یکساں ہوتا ہے۔ بس سمجھ لیجئے کہ اس دنیا میں رنگ رنگ کی چیزیں نظر آتی ہیں لیکن رنگ میں اسی ذات وحدہ لاشریک کا جلوہ ہے۔ یا اگرچہ اس جہاں ناپائیدار میں مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں لیکن یہ سب مذاہب اسی ایک منزل تک پہنچنے کے مختلف زینے ہیں۔۔۔"(۳)

ان کے افسانے "فجا کی آپ بیتی" ایک ان پڑھ دیہاتی کی کہانی ہے۔ لیکن اس کا سینہ اسلام کی محبت سے بھرا ہوا ہے۔ مغرب پرستی کی بڑھتی ہوئی یلغار سے وہ بھی پریشان ہے۔ جس کا اظہار وہ اس طرح کرتا ہے۔

"مولبی صاحب علم دریاؤں ہیں۔ کلام مجید کے معنی تو ایسے بتادیتے ہیں کہ بس دنگ رہ جاؤ تو وہ کہہ رہے تھے کہ یوں ساری آفتیں یوں آرہی ہیں کہ مسلمانوں نے نماز پڑھنی چھوڑ دی ہے۔ اجی تم نماز کی کیئیو ہو کلے محمد ﷺ کی قسم لوگوں کا کلمہ ٹھیک نہیں ہے۔ یہ نئے لونڈے جنٹلمین بنے پھرتے ہیں۔۔۔"(۴)

ایک دیہاتی کردار سے انتظار حسین نے اسلام اور قرآن پاک کی عظمت بیان کی۔ آج کے جدید عہد میں پورے معاشرے کی حالت اس سے بھی بدتر ہوتی جارہی ہے۔ اسلامی تعلیمات سے منہ موڑا جارہا ہے۔ گھر پر قرآن کا ختم کروانا ہو تو مولوی صاحب کو بلوایا جاتا ہے۔ کسی شخص کا انتقال ہو جائے تو غسل دینے والا کوئی نہیں۔ میت پڑی ہے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

جنازہ پڑھانے کے لئے انتظار ہو رہا ہے۔ گویا وہ ضروری کام جو ہر مسلمان کے لئے لازم ہیں جو زندگی میں ہر انسان کو پیش آسکتے ہیں، ان سے بھی ہم واقف نہیں۔ انتظار حسین نے اپنے اس افسانے میں مسلمانوں کی اسلام سے دوری کو موضوع بنایا۔ افسانے "عقیلہ خالہ" میں عقیلہ نامی عورت کی نجی زندگی کو موضوع بنایا۔ ہمارے اسلامی معاشرے میں مذہبی عقیدت کے پیش نظر منت ماننے، تعویزات، گنڈے اور اعمال کو مقصد آوری کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ خواتین اکثر اس کام میں پیش پیش ہوتی ہیں۔ کوئی جسمانی بیماری ہو، روحانی پریشانی ہو یا معاشی غرض ان تمام امور سے نجات کے لئے ان اعمال کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔

> "۔۔۔ اچھی میاں کو ڈھب پر لانے کی بہت کوشش کی۔ مشتری رنڈی سے ان کا دل پھیرنے کے لئے انہوں نے کیا کیا جتن نہیں کئے۔ ٹونے ٹوٹکے کئے۔ تعویز باندھے۔ وظیفے پڑھے، منتیں مانی، ایک مرتبہ انہوں نے چالیس دن کا چلہ کیا۔ روز آدھی رات کو اٹھ کر کالے آموں والے باغ کی مسجد پہنچی تھیں اور ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر وظیفہ بھی پڑھتی تھیں۔۔۔" (۵)

انتظار حسین نے اپنے افسانے "استاد" میں مقدس شب "شب برات" کا ذکر کیا ہے اور اس شب میں کی جانے والی آتش بازی کے مقابلے کا حال لکھا ہے۔ اسلام میں شعبان کی ۱۵ تاریخ کی رات فضیلت کی رات ہے۔ اہل اسلام اس رات عبادت کرتے ہیں لیکن بعض حضرات جو کہ مسلمان ہیں آتش بازی سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ جن کا اسلامی تعلیمات سے کوئی واسطہ نہیں، غیر مسلموں سے اخذ کی گئیں ان رسومات کو مذہبی عقیدت کا نام دیا گیا ہے۔

> "۔۔۔ شب برات کی لڑائی میں بھی ہمیشہ استاد کی پارٹی کی جیت ہوتی، شب برات سے مہینوں پہلے سے پٹاخے تیار ہونے لگتے تھے۔ اناروں سینگوں اور فتنگوں کا ڈھیر لگ جاتا تھا۔ پھر بھی استاد یہی کہتے رہتے کہ اب کے تیاری پوری نہیں ہوئی۔ شب برات کی لڑائی میں بنے خان خلیفہ بہت زور باندھتے، مگر استاد کے مقابلے میں ہیٹی ہوئی۔۔۔" (۶)

انتظار حسین نے جو حقیقت بیان کی وہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت ہے۔ ہمارے ہاں اسلامی جذبات صرف چند مقدس مہینوں میں رہ گئے ہیں۔ شب برات، شب معراج، میلاد شریف، عاشورہ محرم، گیارھویں شریف، رجب کے کونڈے، صفر میں چہلم کے موقع پر نظر آتے ہیں۔ جب کہ وہ عبادات جو ہم پر فرض ہیں ہم ان کا خیال نہیں رکھتے۔ بزرگوں کے مزارات پر منت ماننے یا عرس میں شرکت کے لئے دور دراز کا سفر کرنا ضروری سمجھتے

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ہیں لیکن گھر کے قریب مسجد نہیں جاتے۔ افسانہ "مجمع" میں ایک معصوم بچے کی نفسیاتی کشمکش اور الجھن کو اسلامی پس منظر میں پیش کیا گیا کہ وہ کس طرح غم حسین میں مبتلا ہے۔ اسلام سے محبت بھی ہے لیکن ایک مچلتا ہوا دل بھی رکھتا ہے۔ جو نیاز کھانے اور تبرک بٹنے کا انتظار بھی کر رہا ہے۔ "پپّن" اس افسانے کا مرکزی کردار ہے۔

افسانہ "آخری موم بتی" میں بھی مجالس، زیارتوں، نوحے اور مرثیہ کا ذکر ہے۔ انتظار حسین نے محرم کی مجالس کا ذکر بارہا اپنے افسانوں میں کیا ہے۔ "آخری موم بتی" میں تقسیم ہندوستان کی وجہ سے جہاں دو قدریں ٹوٹی ہیں، وہیں پر مجالس کا نظام درہم برہم ہو گیا ہے۔ افسانے کی ہیروئن شمیم جس نے محبت میں ناکامی کے بعد اپنے آپ کو مجالس کے لئے وقف کر دیا تھا۔ علموں کو صاف کرنا، مجالس کی بیٹھک کی صفائی اور دوسرے انتظام خود کرتی تھی۔

> "۔۔۔اس وقت مرے جی میں نہ جانے کیا آئی میں بے اختیار اس کے پاس پہنچ گیا اور آہستہ سے بولا ان علموں نے جب تمہاری دعا قبول نہیں کی تو میری دعا کیا قبول کریں گے۔ شمیم ایک دم سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور سہمی ہوئی آواز میں بولی، بھائی جان آپ تو بالکل وہابی ہو گئے۔۔۔"[۷]

افسانہ "پسماندگان" میں ایک نوجوان کی موت پر تعزیت کے لئے آنے والوں کی گفتگو کو موضوع بنایا۔ ہمارے معاشرے کی اب روش ہو گئی ہے کہ تھوڑی سی تعزیت کرنے اور فاتحہ کرنے کے بعد دنیاوی گفتگو شروع ہو جاتی ہے۔ قبرستان جیسی عبرت کے مقام پر لایعنی گفتگو سے پرہیز نہیں کرتے۔

> "۔۔۔علی ریاض نے بڑے اعتماد سے کہا "ہاں پنجے کا نشان، بس جناب میر انیس کا تو برا حال ہوا۔ سمجھے کہ مولا کی شان میں گستاخی ہو گئی۔ علموں کے پٹکوں سے آنکھیں ملتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ روتے روتے شام ہو گئی۔ ذرا آنکھ جھپکی ہو گی کہ گھوڑے کی ٹاپوں کی آوازیں آئی۔۔ میر انیس چونک پڑے۔ میر انیس کیا دیکھیں ہیں کہ ایک سفید گھوڑا اس پہ ایک بزرگ سوال ہیں۔ چہرے پہ سیاہ نقاب کمر میں تلوار، میر انیس کے برابر آئے اور ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولے انیس تو میری اولاد ہے۔ دبیر میرا عاشق ہے اس کا دل ٹوٹ جاتا۔۔۔"[۸]

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

ماضی پرستی انتظار حسین کا پسندیدہ موضوع ہے۔ انتظار حسین کو اگر ماضی پرست کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا واقعہ عہد جدید کا ہی کیوں نہ ہو، وہ اپنی تخلیق میں کوئی ماضی کا قصہ ضرور شامل کریں گے۔ ڈاکٹر شفیق انجم اپنے مقالے میں لکھتے ہیں کہ

"۔۔۔انتظار حسین کے ہاں ماضی میں غوطہ زن ہونا بنیادی نقطہ ہے۔ اس غواصی سے ایک طرف تو وہ تاریخی تسلسل میں انسان کے مجموعی تگ و دو اور تجسس و جستجو کے آثار تلاش کرتے ہیں۔۔۔"(۹)

انتظار حسین نے اپنے ماضی پرستی کا اقرار اپنی کتاب علامتوں کا زوال میں اس طرح کیا ہے۔

"۔۔۔میں کہانی کیا لکھتا ہوں کھوئے ہوؤں کی جستجو کرتا ہوں اور آتش رفتہ کا سراغ لیتا پھرتا ہوں لیکن آتش رفتہ کے سراغ کا سلسلہ شروع ہو جائے تو بات سن ستاون تک محدود نہیں رہ سکتی، پہنچنے والا کربلا بھی پہنچ سکتا ہے اور اس سے پیچھے جنگ بدر تک بھی جا سکتا ہے۔۔۔۔"(۱۰)

انسان کے اخلاقی زوال، خدا کی نافرمانی کو انہوں نے اپنے افسانے آخری آدمی میں بھی پیش کیا ہے۔ الیاسف افسانے کا مرکزی کردار ہے۔

انتظار حسین نے اپنے افسانوں میں علامتی طور پر ماضی کے قصوں سے بھی لئے ہیں جن میں آخری آدمی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مکر و فریب انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ یہاں تک کہ وہ اللہ سے مکر کرنے سے باز نہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے مکر و فریب سے کام لیتا ہے اور مسلسل نافرمانی کرتا رہتا ہے تاوقت یہ کہ عذاب کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ انتظار حسین نے قرآن کی سورۃ بقرہ اور سورۃ اعراف کے علاوہ الہامی کتاب انجیل کے حوالے بھی اپنے افسانے میں استعمال کئے ہیں۔

تماثیلی اور علامتی تکنیک کو استعمال کیا۔ انسان کے اخلاقی زوال کی تصویر کشی کی۔ واقعہ انہوں نے حضرت موسیٰؑ کے عہد اور یوم سبت کے دن مچھلیوں کے شکار کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اللہ کی نافرمانی میں وہ اس حد تک گزر گئے کہ سزا کے طور پر صورتیں بگاڑ دی گئیں۔

"۔۔۔افسانہ آخری آدمی میں انہوں نے عصر حاضر کے انسان کو باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ آپ سے پہلے بھی امتیں گزریں، جنہوں نے اپنے رب سے بھی دھوکہ کیا تھا اور

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

تاریخ گواہ ہے کہ انہوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ (جیسے قوم موسیٰ، قوم عاد، قوم ثمود اور قوم نوح وغیرہ)۔۔۔" (۱۱)

انتظار حسین نے اپنے دوسرے افسانے "زرد کتا" میں انسان کی نفسیاتی خواہشات اور ان کی وجہ سے جو برائیاں معاشرے میں پھیلتی ہیں کو ضبط تحریر کیا ہے۔ زرد کتا بزرگان دین کے ملفوضات اور واقعات پر مبنی ہے۔ اس کا پلاٹ تصوف پر مبنی ہے۔

"یا شیخ لومڑی کے بچہ کی رمز کیا ہے؟ اور اس کے روندے جانے سے بڑے ہونے میں کیا بھید مخفی ہے۔ تب شیخ عثمان کتوبر نے ارشاد فرمایا کہ لومڑی کا بچہ تیرا نفس امارہ ہے تیرا نفس امارہ جتنا روندا جائے گا موٹا ہو گا۔۔۔۔"(۱۲)

نفس کشی روحانیت کا سب سے پہلا سبق ہے۔ اور ایک مشکل سبق ہے۔ جتنا اسے روندا جائے اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ اسی افسانے میں انسانوں کے دل مردہ ہونے کا ذکر بڑی خوبی سے کیا گیا ہے کہ کس طرح انسان اخلاقی و روحانی زوال کا شکار ہوتا ہے۔ آخر کار ان کے دل پر قفل پڑ جاتا ہے۔

"انہوں نے فرمایا کہ اچھا ہوا منبر قبرسان میں رکھا جائے، اس نرالی ہدایت پر لوگ متعجب ہوئے۔ خیر منبر قبرستان میں رکھ دیا گیا۔ وہ قبرستان میں گئے اور منبر پر چڑھ کر ایک بلیغ خطبہ دیا۔ اس کا عجیب اثر ہوا کہ قبروں سے درد کی صدا بلند ہوئی۔ تب سید علی الجزائری نے آبادی کی طرف رک کر کے گلوگیر آواز میں کہا۔ اے شہر تجھ پر خدا کی رحمت ہو۔ تیرے جیتے جی لوگ بہرے ہو گئے اور تیرے مردوں کو ساعت مل گئی۔۔۔"(۱۳)

مندرجہ بالا اقتباس قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح معلوم ہوتی ہے جس میں لوگوں کو گونگے اور بہرے سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اسی افسانے میں ایک اور خاص نقطہ زیر بحث آیا۔ جس میں آج کے جدید عہد میں مختلف دینی و مذہبی پروگرام منعقد ہو رہے ہیں مختلف اسکالر تشریف لاتے ہیں ہر ایک خود کو مذہبی علوم کا ماہر سمجھ رہا ہے اور دانشمند سمجھ رہا ہے۔ انتظار حسین نے دانشمندوں کی بہتات کی وجہ سے علم کے فقدان کی بہترین مثال دی ہے۔

"یا شیخ زرد کتا کیا ہے؟ فرمایا
زرد کتا تیرا نفس ہے۔ میں نے پوچھا یا شیخ طمع دنیا کیا ہے؟ فرمایا!

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

نفس طمع دنیا ہے۔ میں نے سوال کیا! یا شیخ طمع دنیا کیا ہے؟ فرمایا
طمع دنیا پستی ہے، میں نے استفسار کیا! یا شیخ پستی کیا ہے؟ فرمایا
پستی علم کا فقدان ہے۔ میں ملتجی ہوا یا شیخ علم کا فقدان کیا ہے؟ فرمایا
دانشمندوں کی بہتات۔۔۔۔" (۱۴)

ڈاکٹر اقبال آفاقی اپنے مضمون میں اس افسانے کا اجمالی تبصرہ کچھ اس طرح کرتے ہیں!

"انتظار حسین کے افسانہ "زرد کتا" میں مکالمہ، خطابت اور فکشن باہم گھل مل کر سماجی منفعت کے باوجود روحانی کشش کا اس طرح اظہار کرتے ہیں کہ یوں لگتا ہے کہ جیسے ہم کسی خلوت پسند صوفی کے حلقہ ارادت میں بیٹھے اس کا مخاطبہ (discourse) میں شامل ہیں۔۔۔۔" (۱۵)

آج ہمارے گردو پیش دانشمندوں کی بہتات نظر آتی ہے۔ افسانہ زرد کتا ایک کھلا آئینہ ہے ہمارے سماجی اور اخلاقی زوال کا۔ انتظار حسین نے تکنیک اتنی اچھی استعمال کی ہے کہ تبلیغ کا پہلو نظر نہیں آتا۔ ایک اچھے افسانہ نگار کی طرح نشاندہی کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ افسانہ "ہڈیوں کا ڈھانچہ" بھی انسانی کے اخلاقی زوال کا مظہر ہے۔ جب انسان اپنے دوسرے بھائی کا خیال نہیں کرتا۔ دکھ درد میں شریک نہیں ہوتا۔ ایک شخص مر جاتا ہے اور اس کو دفنایا نہیں جاتا تو اللہ تعالیٰ اسی مردے میں بدروح ڈال دیتا ہے۔

"وہ شخص جو مر کر جی اٹھا تھا۔۔۔ بھوکا تھا۔ اس نے کھانا مانگا مر کر جی اٹھنے کے بعد یہ پہلی خواہش تھی۔ جب سامنے کھانا آیا تو وہ اس طرح ٹوٹا جیسے صدیوں سے بھوکا چلا آرہا تھا۔۔ ۔۔۔" (۱۶)

بھوک انسان کی فطری جبلت ہے اور اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مساکین کو کھانا کھلانے کی تلقین کی ہے۔ ایک شخص جب بھوک سے مرا اور پھر جب جی اٹھا اس کی پہلی خواہش ہی کھانا تھی۔ ہمارے معاشرے میں انسان بھوک اور افلاس سے تنگ آکر بچوں کو قتل کر رہے ہیں اور پھر خودکشی کر لیتے ہیں۔ انتظار حسین نے بہت دلکش اور سبق آموز پیرائے میں انسان کے اخلاقی و روحانی زوال کی اسلام کی روشنی میں تصویر کشی کی ہے۔ افسانوی مجموعے "کچھوے" میں شامل کہانی "قدامت پسند لڑکی" میں ایک مسلم لڑکی "ساجدہ نیاز" کا تذکرہ ہے۔ جو اسلامی تعلیمات کی مکمل پابندی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ وہ مہاتما بدھ کی بھی پیروکار ہے۔ بھجن بھی سنتی ہے اور خود گانے کا ریاض

بھی کرتی ہے۔اپنے آپ کو جدید فیشن کے تقاضوں سے بھی ہم آہنگ کرتی ہے۔انتظار حسین نے اسی تھیم کو لے کر اس افسانے کو تخلیق کیا۔

"وہ چست قمیض پہنتی تھی اور اپنے آپ کو قدامت پسند بتاتی تھی کرکٹ کھیلتے کھیلتے اذان کی آواز کان میں پہنچ جاتی تو دوڑتے دوڑتے رک جاتی سر پر آنچل ڈال لیتی اور اس وقت تک باؤلنگ نہیں کرتی جب تک اذان ختم نہ ہو جاتی۔۔۔" (۱۷)

اس طرح کے خیالات رکھنے والی لڑکی کے لئے ہم کیا کہیں گے ؟ قدامت پسند یا فیشن ایبل لڑکی۔۔۔اگر یہ کام اور خیالات ایک ایسی لڑکی کے ہیں جو کہ جدید خیالات کے رجحانات کی حامل ہے تو اس لڑکی کو قدامت پسند، جبکہ اس کا تعلق اگر غریب خاندان سے ہے تو ہم اسے بے حیاء اور فیشن زدہ خاتون کہیں گے۔ ہمارے معاشرے کا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کو بھی طبقوں میں بانٹ لیا ہے۔اس کہانی میں انتظار حسین نے جو سوال اٹھایا ہے اس کا تعلق ایمانیات سے ہے۔ افسانوی مجموعہ "شہر افسوس" کے افسانے "کانا دجال" اور "شرم الحرم" میں اسرائیل کا مسلمانوں کے مقدس مقام پر حملہ کرنے اور مسلمانوں کی شکست کو کہانی کا موضوع بنایا۔ گویا یہ مسلمان قوم کا شہر آشوب ہے۔ ہر مسلمان کا دل غمزدہ ہے۔ انتظار حسین نے بحیثیت مسلمان اس درد کو محسوس کیا۔کانا دجال کا استعارہ انہوں نے اسرائیلی جرنیل کے لئے لیا ہے۔ جس کی آنکھ کانی تھی۔

"ہاں بیٹا معراج شریف تو ساتویں آسمان پہ ہے حضور ﷺ گھوڑے پہ بیٹھ کر آسمان سے گزر رہے تھے۔ جہاں ہمارے حضور ﷺ بلند ہوئے وہاں ہم پست ہو گئے۔۔۔" (۱۸)

آخری جملہ میں کتنا درد ہے۔ بحیثیت مسلمان ہماری پستی کا نوحہ ہے۔اور انتظار حسین نے بڑی عمدگی سے اس کا ذکر کیا ہے۔ڈاکٹر انوار احمد نے اپنی کتاب "اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ" میں لکھتے ہیں کہ

"پاکستانی مسلمان کو یہ مزاج ہندی مسلمان سے ورثے میں ملا کہ وہ علم اسلام کی ہر ابتلاء پر تڑپ اٹھے ان کی فتح اور ہزیمت کو اپنی نصرت و شکست جانے، چنانچہ انتظار حسین جو اپنے معاشرے کی حسیات کا نباض ہے۔ ۱۹۶۷ء کی اسرائیل عرب جنگ کے تہذیبی اثرات پر نوحہ کناں ہو کر "شرم الحرم" اور "کانا دجال" جیسے افسانے تخلیق کرتا ہے۔۔۔" (۱۹)

افسانہ "دوسرا گناہ" میں مسلمانوں کی آسودگی اور تنگدستی کا ذکر ہے کہ مسلمان کس طرح غربت اور ناانصافی کے چکر میں پستا ہے۔ استعارے کے طور پر چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کو دکھایا جسے دیکھ کر اس کے دوست الملک نے نصیحت کی کہ

"اے حشام کے بیٹے تو اب چھنے ہوئے آٹے کی روٹی کھائے گا اور میں نے تیرے باپ سے اور تیرے باپ نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ جب گیہوں کی مینگ گیہوں کے چھلکے سے جدا ہو جائے تو گوشت ناخوان سے جدا ہو جاتا ہے۔ گیہوں تھوڑا اور بھوک زیادہ ہو جاتی ہے۔ اور ہمیں ہمارا پالنے والا اس دن سے دور رکھے کہ ہمارے درمیان گیہوں تھوڑا رہ جائے اور ہماری بھوک مر جائے۔۔۔"(۲۰)

ہمارے معاشرے میں اب ہر ایک یہی کہہ رہا ہے کہ برکت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن اس کی اصل وجہ جانتے ہوئے بھی غافل ہیں۔ ہمارے حضور ﷺ نے کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھائی۔ صحابہ کرام اور تبع تابعینؒ نے اس کو قائم رکھا۔ لیکن دنیاوی لذتوں اور ذائقوں نے سہل پسند بنادیا ہے اور رزق سے برکت ختم ہو گئی ہے۔ انتظار حسین نے اپنے افسانوں میں صحیح معنوں میں اسلامی فکر کی عکاسی کی ہے۔ اسلام رواداری کا مذہب ہے دنیاوی پریشانی ہو یا پھر جسمانی و روحانی ہم آخر کار دین اسلام میں پناہ تلاش کرتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض اوقات شرک کی حدوں کو چھو جاتے ہیں۔ انتظار حسین نے ملت اسلامیہ کے ان تمام رویوں کو اپنی کہانیوں میں مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ انتظار حسین کے مذہبی رجحانات میں تنوع بہت ہے۔ وہ اسلام کے علاوہ انجیل، توریت، بھگوت گیتا اور بدھ مت کے عقائد کو بھی شامل کرتے ہیں۔ جو ان کے ادیان عالم سے واقفیت اور دلچسپی کا ثبوت ہے۔
برصغیر پاک و ہند میں جو ایک اسلامی تہذیب پروان چڑھی اس کی شاندار عکاسی کرتے ہیں۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ اپنے ایک انٹرویو میں انتظار حسین کے بارے میں کہتے ہیں۔

"خاص طور پر اسلامی ثقافت، وہ جو ہندوستان اور پاکستان کے علاقوں میں مسلمانوں کے اثرات سے پچھلے ایک ہزار سال میں منتقل ہوئی۔ اس کے اثرات ان کے ادب میں بہت نمایاں ہیں۔ تو یہ بھی ایک طرح سے وقت کا وہ نہیں ہے۔ جو کئی ہزار برس پر پھیلا ہوا تھا۔ لیکن کم سے کم ہند اسلامی تہذیب کے پچھلے ایک ہزار برسوں کے ثقافتی اثرات کا جس کو کہنا

ISSN(**Print**): 2709-9636 | ISSN(**Online**): 2709-9644
Volume 2, Issue IV, (October to Decmber2021)

چاہئے کہ بے حد گہرا تخلیقی احساس خون کی طرح جاری و ساری ہے ان کے فن میں۔۔۔۔"(۲۱)

انتظار حسین محرم کی مجالس کا اہتمام سے ذکر کرتے ہیں۔ ہندوستان کی مٹی سے انہیں محبت ہے۔ اس لئے یہاں کے باسیوں سے چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں اپنی کہانیوں میں ان کا ذکر ضرور کیا ہے۔ اسلامی روایات اور تہذیب کو مٹتا ہوا دیکھ کر وہ کرب محسوس کرتے ہیں۔ ان کے کسی بھی افسانے میں اسلامی عناصر کا ذکر رجائیت کے ساتھ نہیں ہوا ہمیشہ یاسیت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ انتظار حسین کبھی اس درد سے نکل نہیں سکے اور وہ ان کی زندگی کا حصہ بن گیا ہے۔

حوالہ جات

۱) انتظار حسین بحیثیت افسانہ نگار، ذوالفقار احسن لازوال ادب، https//lazawal.com.

۲) سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر "دیباچہ آخری آدمی"، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۶

۳) انتظار حسین، "خرید و حلوا بیسن کا"، مجموعہ گلی کوچے، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۲۹

۴) انتظار حسین، "فجا کی آپ بیتی"، مجموعہ گلی کوچے، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۵۶

۵) انتظار حسین، "عقیلہ خالہ"، مجموعہ گلی کوچے، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۱۰۲

۶) انتظار حسین، "استاد"، مجموعہ گلی کوچے، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۱۳۴

۷) انتظار حسین، "آخری موم بتی"، مجموعہ کنکری، سنگ میل پبلشر، ۲۰۰۷ء، ص ۹۱

۸) انتظار حسین، "پس ماندگان"، مجموعہ کنکری، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۱۳۴

۹) شفیق انجم، ڈاکٹر، "اردو افسانہ بیسویں صدی کی ادبی تحریک اور رجحانات کے تناظر میں"، ناشر پورپ اکیڈمی، اسلام آباد، ۲۰۰۰ء

۱۰) انتظار حسین "علامتوں کا زوال"، سنگ میل پبلشر ۱۹۸۳، ص ۱۵

۱۱) انتظار حسین کا تخلیقی انفراد، عرفان رشید (ریسرچ اسکالر شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی) اردو ریسرچ جرنل http://www.urdulinks.com/urj شمارہ ۱۷، جنوری ۲۰۱۹ء

۱۲) انتظار حسین "زرد کتا"، مجموعہ آخری آدمی سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۲۷

۱۳) انتظار حسین "زرد کتا"، مجموعہ آخری آدمی سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص30

۱۴) انتظار حسین "زرد کتا"، مجموعہ آخری آدمی سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص31

۱۵) اقبال آفاقی، ڈاکٹر، "اردو افسانہ (ہنر اور متنی تجزیے)"، فکشن ہاوس، کراچی ۲۰۱۲، ص ۱۶۴

۱۶) انتظار حسین، "ہڈیوں کا ڈھانچہ"، مجموعہ آخری آدمی، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۶۰

۱۷) انتظار حسین، "قدامت پسند لڑکی"، مجموعہ کچھوے، سنگ میل پبلشر ۲۰۰۷، ص ۷

۱۸) انتظار حسین، "کانا دجال"، شہر افسوس، سنگ میل پبلشر، ۲۰۰۷، ص ۱۴۵

۱۹) انوار احمد، ڈاکٹر، "اردو افسانہ ایک صدی کا قصہ"، مثال پبلشر، فیصل آباد، ۲۰۱۰، ص ۴۰۷

۲۰) انتظار حسین، "دوسرا گناہ"، شہر افسوس، مکتبہ کاروان، لاہور، ۱۹۷۲،

۲۱) آصف فرخی، ڈاکٹر، "حرف و من وتو"، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۸۹، ص ۳۱۱

-